OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾*Journal of Islamic Studies*﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2,July-Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0086, PP: 31-46

عقلیت پسند رجانات کے تفسیری اصول وضوابط کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of the Interpretive Principles of Rationalist Trends

Published: 25-09-2021
Accepted: 26-08-2021
Received: 25-07-2021

Dildar Ahmad
Ph.D Scholar, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, NUML,Islamabad
Email: hussaintalha7@gmail.com

Dr. Amjad Hayat
Assistant Professor, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, NUML,Islamabad
Email: amjadhayatphd@gmail.com

Abstract

Rationalist tendencies mean those individuals and groups who prefer reason over divine teachings and explain the Holy Quran on their own. Mostly, they do this type of fabrication through so-called reasoning, but sometimes they get influenced by Europe. The article highlights their rationalist approaches in Exegesis of the Holy Quran and how they opposed the majority of the Quran Commentators while making their own rules. This research work explores the historical background, basic rules, and methods of those rationalists, their disagreement with most of the conventional interpreters, and the impacts of their self-made foundations. Moreover, it presents a comparison of their invented rules and well-accepted rules of the Quran Explainers to a clear course of commentary for every Muslim reader. The summary contains how these rationalists plant rules to have their self-wished results and ignore authentic traditions of the Holy Prophet (PBUH), deny different dialects of the holy Quran, refuse reasons of revelations, and explain Huroof e Muqataat as they deem fit.

Keyword: *Rationalist, rationalism, Islamic, Traditions*

عقلیت پسند رجحان کا تعارف :

مقالہ ہذا میں عقلیت پسند رجحانات سے ہماری وہ افراد اور جماعت ہیں جو شریعت اسلام میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتے ہوئے تفسیر بالرائے مذموم کی جسارت کرتے ہیں، یہ ترجیح کبھی تاویل اور تحریف کے ذریعے دیتے ہیں اور کبھی مغربی فلسفے سے متاثر ہو کر اس کی مغلوبیت کی وجہ سے دیتے ہیں، عموماجو دیکھا گیا ہے یہ عقلیت پسندی سے زیادہ مغربیت پسندی کو ترجیح دیتے ہیں ان کے جتنے بھی اصول ہیں وہ تمام جمہور مفسرین کے مسلمہ اصولوں سے انحراف، مغرب اور اس کے نئے فلسفے کے لئے راہ ہموار کرنے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہیں، ہر مسئلے کا اگر بغور جائزہ لیا جائے اور تحقیق کے عمل سے گزارا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ

جمہور مفسرین کے اصول وضوابط سے انحراف دراصل مغرب سے متاثر ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں جیساکہ انہی عقل پرست حضرات کا تعاقب کرنے والے ڈاکٹر محمد دین قاسمی صاحب غلام احمد پرویز کے بارے میں رقمطراز ہیں:

" ہمارے "مفسر قرآن" جناب پرویز صاحب بھی مغربی تہذیب کے سامنے مسخر ومسحور اور عملاً مفتوح ہو چکے ہیں، وہ مغرب ہی کے دماغ سے سوچتے ہیں، اس کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی راہوں پر چلتے ہے، شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ مفروضہ ان کے دماغوں پر مسلط ہے کہ حق وہ ہے جسے مغرب حق سمجھتا ہے اور باطل وہ جو اس کی نگاہ میں باطل ہو"[1]

یہی عادت دیگر عقلیت پسند حضرات کی طرح محمد علی لاہوری قادیانی کی رہی ہے،انہوں نے بھی جمہور مفسرین کے مسلمہ اصولوں کو چھوڑ کر انحراف اور انفرادیت کی راہ اپنائی ہے، جیساکہ ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب ابوالحسن علی ندویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علی میاں فرماتے ہیں کہ:

"محمد علی لاہوری قادیانی نے سرسید کے لٹریچر اوران کی تفسیر قرآن کے اسلوب کو پورے طور پر جذب کر لیا ہے، اور مولوی نورالدین کے درس قرآن اور صحبت نے اس رجحان اور ذوق کو مزید تقویت پہنچائی۔"[2]

عقلیت پسند رجحانات کے حوالے سے آج کل ایک مشہور نام جناب جاوید احمد غامدی صاحب کا ہے، جو جمہور مفسرین امت کے مسلمہ اصولوں سے بالکل منحرف اور مسحور کن طور پر مغربی مفکرین سے متاثر نظر آتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر عبیدالرحمان صاحب لکھتے ہیں کہ:

" مغربی فکر سے راہنمائی، حقوق انسانی، اسلامی قوانین، خصوصاً جرم و سزا کے قوانین، صحفِ سماویہ، جہاد اور اجتہاد پر ان کی آراء مسلمہ دینی فکر کے حامل، روایت پسند علماء سے کافی مختلف ہیں۔"[3]

عقلیت پسندی اور جمہور کے مسلمہ اصولوں سے انحراف کا پس منظر یہ ہے کہ بیسویں صدی عیسوی مسلمانان پاک وہند کیلئے فکری اعتبار سے بہت اہم دور تھا مغربی ممالک میں وہ ہمہ گیر انقلاب اپنی تکمیل کو پہنچ چکا تھا جس کے نتیجے میں جدید انسان نے بزعم خود "خدا" کی جگہ استقرائی سائنس کی بنیاد پر فکر و عمل کی پوری دنیا کی از سر نو تنظیم بندی کی۔ مذہب کے وہ مسلمہ اصول جو جمہور مفسرین نے بنائے تھے ان کو نئے تصور حیات سے متصادم محسوس کرتے ہوئے ترک کر دیا گیا۔ اس ذہنی کیفیت کے ساتھ ہی مغربی اقوام کو مشرقی ممالک پر سیاسی تفوق حاصل ہوا۔ برصغیر کے اہل علم پر اس تبدیلی کے اثرات مرتب ہونے شروع ہوئے اور مغرب کی تشکیک، الحاد اور لادینیت یہاں بھی رنگ لانے لگی۔ اس پر مستزاد وہ حملے تھے جو مغرب سے آئی ہوئی مسیحیت اور مغرب کے پرورش کردہ استشراق نے اسلام پر کیے۔ مغربی افکار اور مسیحیت کے یہ حملے سامراجی طاقتوں کی سرپرستی میں ہو رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ اقوام مشرقی اقوام کو "دروس تہذیب" بھی دے رہی تھیں۔ مسلمانان پاک وہند سیاسی اور تہذیبی انحطاط کے عمل سے گزر رہے تھے۔ ان چیزوں نے علمی میدان میں ان کی قوت مزاحمت، فکری استقامت اور قائدانہ صلاحیت کو متاثر کیا تھا، ڈاکٹر عاصم نعیم صاحب تحریر کرتے ہیں:

اس دور کے دینی ادب میں ایک رجحان "آزادی اور مصالحت" کا پیدا ہوا، جس کے نمائندہ سرسید احمد خان تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اسی فکر کے مخصوص ذہنیت رکھنے والے کچھ ایسے افراد سامنے آئے جنہوں نے قرآن سے اپنی وابستگی اور گہرے تعلق کا اظہار کیا، قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے کتابیں تصنیف کیں، رسائل جاری کئے، دروس قرآن کی مجلسیں آراستہ کیں اور تفسیریں لکھیں، لیکن انہوں نے آیات قرآنی کی من مانی، دور از کار اور غلط

تاویلات کے ذریعے ایک ایسے اسلام، کا ڈھانچہ تیار کیا جس کے خدوخال حقیقی اسلام سے یکسر مختلف تھے۔اس طائفہ کے سرخیل چودھری غلام احمد پرویزم ۱۹۸۵ء رہے ہیں۔ انہوں نے قرآنیات پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں مطالب الفرقان، مفہوم القرآن، معارف القرآن، تبویب القرآن اور لغات القرآن (۴ جلدیں) مشہور ہوئیں۔ انہوں نے اپنے ہم فکر اصحاب کیساتھ مل کر ایک جمعیت بنائی جو "بزم اہل قرآن" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اپنے افکار و نظریات کی اشاعت کیلئے "طلوع اسلام" کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا، اسی گروہ کے ایک فرد مولوی احمد الدین امرتسری ہیں۔ انہوں نے اپنے افکار و نظریات کی اشاعت کیلئے (البیان) نامی ایک ماہ نامہ جاری کیا اور (امت مسلمہ) کے نام سے اپنے ہم فکر اصحاب کا ایک حلقہ تشکیل دیا۔ غلام احمد پرویز کی وفات کے کچھ عرصہ بعد پاکستان کے علمی حلقوں میں جناب جاوید احمد غامدی کا نام نمایاں ہوا۔ موصوف نے دینی موضوعات پر تقریباً وہی راہ اختیار کی۔ [4]

عقلیت پسند رجحانات کے حوالے سے سر سید احمد خان کی تفسیر کے متعلق تذکرہ بھی ضروری ہے کیونکہ عصرِ حاضر میں اور سابق ادوار میں عقلیت پسند رجحانات کے حاملین ہمیشہ انہی کی طرف بطورِ ماخذ رجوع کرتے رہے ہیں اور انہی کے لٹریچر سے استفادہ کرتے رہے ہیں کیونکہ سر سید احمد خان کا واسطہ خاص طور پر ایسے حلقہ میں رہا جنہوں نے اسلام پر اعتراضات کیے ، بالخصوص اہلِ یورپ و مغرب اور ان سے متاثرہ لوگ اسلام پر مختلف طرح سے اعتراضات کرتے تھے جن کے جوابات میں سر سید احمد خان عقل کو ترجیح دیتے تھے، یہ طرز اگرچہ مجموعی اعتبار سے درست تھا لیکن ہر مقام پر عقل کی ترجیح اور ملت اسلامیہ کے مسلمہ اصولوں میں تاویلات بسا اوقات ایسے نتائج سامنے لاتی تھی جو جمہور امت کے ہاں تسلیم شدہ نہیں ہوتے تھے بلکہ کئی مسائل میں انفرادی رائے جنم لیتی تھی اور وہ اسی کو قابلِ اعتناء سمجھتے ہوئے دوسرے متفقہ رائے کو نظر انداز کرتے تھے جو کہ امت کے مجموعی ماحول میں قابلِ قبول نہ ہوتی تھی۔ اس سارے پسِ منظر میں ان کی رائے میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آئے جن سے روایت پسند علماء نے اختلاف کیا جبکہ عقلیت پسند رجحانات کے حاملین نے انہیں اپنا پیشوا و سربراہ گردانا۔ جبکہ اول الذکر کے ہاں انہوں نے ہی برصغیر میں جمہور مفسرین کے مسلمہ اصول سے انحراف کرکے عقلیت پسندی کی ابتداء اور آغاز کیا، حدیث کی شرعی حیثیت مسخ کردی، معجزات کا انکار کیا، جنت جہنم ، شیطان اور فرشتوں کا انکار کیا اور کہا کہ ملائکہ خیر کے فطری ملکہ کا نام ہے جو انسانی فطرت و جبلت میں ودیعت ہے، یہ کوئی مستقل عالم سے عبارت نہیں جو وجود انسانی سے کوئی خارج شئی شمار کیا جائے، بلکہ یہ ان صفات میں سے ہے جو انسان کے اندر ہی موجود ہیں ،اسی طرح شیطان کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ شیطان اس شری ملکہ سے عبارت ہے جو فطرت انسانی کا حصہ ہے ،اسی طرح حشر اور معاد جسمانی کا انکار کیا، بلکہ ملحد فلاسفہ کی طرح صرف معاد روحانی کے قائل و معتقد ہوئے اور اسی طرح آسمانوں اور ارواح کے وجود کے بھی منکر ہوئے۔

عقل اور نقل کا باہمی تعلق

اسلامی تعلیمات میں نقل کو عقل پر فوقیت حاصل رہی ہے مگر نقل کی فوقیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اسلام عقل کو بالکل کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرعی احکامات میں انسانی عقل و شعور کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور قرآن وحدیث کے طرز بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے خطاب میں انسانی عقل و دماغ کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ وہ لوگوں سے قطعاً یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ ان کی تعلیمات کو آنکھیں بند کرکے قبول کیا جائے۔ بلکہ وہ تو اسلام اور دیگر مذاہب کے پیروکاران سے یہ کہتے ہیں کہ وہ خالق کائنات کے پیغام کو سمجھنے کیلئے اپنی عقل و شعور کو استعمال میں لائیں

اور اپنے قلوب اور اذہان پر تالے مت لگائیں ، مگر توجہ طلب بات یہ ہے کہ شرعی احکامات میں عقل کی مداخلت کہاں تک ہے؟کیا معروف و منکر کے تعین میں تنہاانسانی عقل ، فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہے ؟ کیا عقل کو شریعت پر بالا دستی ہے یا عقل ہمہ وقت وحی کی محتاج اور تابع ہے ؟اس امر کے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید دین کی تفہیم کے حوالے سے عقل کے استعمال کی کہاں تک اجازت دیتاہے؟چنانچہ قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جن میں خود انسان کو غور وفکر کی اجازت دی گئی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے :

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا"[5]

" بھلا کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں ؟"

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

" کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ"[6]

" (اے پیغمبر) یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم پر اس لیے اتاری ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں،اور تاکہ عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عقل کو کافی اہمیت دیتاہے مگر شرعی احکام میں عقل کی حیثیت تابع کی ہے متبوع کی نہیں۔اسلام میں ایمان لانے کے بعد عقل کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے، جبکہ ایمان لانے سے پہلے عقل کو اولیت حاصل تھی ۔ ایمان قبول کرنے کے بعد کسی مسلمان کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ جو شرعی حکم اسے عقلی طور پر سمجھ میں نہ آئے،وہ اسے نہ مانے اور جو سمجھ آجائے صرف اسے ہی تسلیم کرے، بلکہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لئے، عقل کو معیار نہیں بنایا جاسکتا،ہاں احکامات کو سمجھنے اور اطمینان قلب کے لئے کوئی انسان عقلی توجیہات کرسکتاہے،اس حوالے سے امام ابن تیمیہ ؒ کے نقطہ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ :

"عقل شریعت کے اثبات کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی عقل شریعت کے اندر کسی وصف کو پورا کرتی ہے اور نہ ہی کسی چیز کااضافہ کرتے ہوئےاس کی تکمیل کرتی ہے،بلکہ شریعت خود ایک مکمل اور مستقل نظام حیات ہے،شریعت کا وجود انسان کے علم اور عقل وفہم کامحتاج نہیں ہے۔ جبکہ انسان خود شریعت کے بارے میں علم کا محتاج ہے۔"[7]

اسلام میں عقل کادائرہ کار اور حدود :

عقل کی حیثیت کیاہے ؟اس کی قدر ومنزلت کیاہے؟عقل کی پہنچ کہاں تک ہے ؟کیاعقل نقل سے بالاتر ہے ؟ یہ اور اس جیسے دیگر کچھ ایسے سوالات ہیں جن کو یہاں مختلف مفکرین ودانشور حضرات کے حوالے سے مندرجہ ذیل ہیں،چنانچہ علامہ ابن خلدون اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں فرماتے ہیں :

" عقل کی مثال ترازو کی سی ہے کہ جس سے سونا اور جواہرات تولے جائیں،اگراس ترازو سے سونے چاندی کاوزن معلوم کرنا چاہو تو صحیح وزن معلوم کرسکتے ہو،لیکن اس ترازو سے پہاڑوں کو تولنا چاہو تو یہ ناممکن اور محال ہےاور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل بے کار ہے،اپنے محدود دائرہ کی چیزوں کے معلوم کرنے کی صحیح میزان ہے۔"[8]

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی عقل کی حیثیت اور دائرہ کار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اگر اچھے اور برے کافیصلہ عقل پر چھوڑا جائے، تو ایک طرف اس سے زندگی کی کوئی قدر صحیح سالم نہیں رہتی اور

دوسری طرف چونکہ ہر شخص کی رائے دوسرے سے مختلف ہے، اس لئے انسان متضاد آراء اور نظریات کی ایسی بھول بھلیوں میں پھنس جاتا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔اس کی وجہ یہ کہ جو عقل وحی الٰہی سے آزاد ہو،انسان اسے آزاد عقل سمجھتا ہے۔ لیکن در حقیقت وہ بھی خواہشات اور نفسانی اغراض کی غلام بن جاتی ہے، جو عقل کی بدترین شکل ہے۔اسی لئے قرآن کریم کی اصطلاح میں ایسی عقل "ھوی "یعنی خواہش ہے۔"[9]

مذکورہ بالا تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عقل اور وحی کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے۔ اگر عقل وحی کے تابع کی حیثیت سے کائنات میں غور فکر کرے گی، تو اللہ رب العزت پر ایمان ویقین میں اضافے کا باعث ہوگی، بصورت دیگر اگر اسے وحی سے بے نیاز کردیا جائے تو ضلالت وگمراہی کا شکار ہوسکتی ہے، بلکہ بقول مولانا گیلانی انسان کی عقل انتہائی محدود ہے اور یہ کائنات لامحدود۔ لہٰذااس کائنات کی ہر چیز کی حقیقت کاادراک اس عقل ناتمام کے بس کا روگ نہیں ہے۔ عقل کی مثال آنکھ کی طرح ہے اور وحی وہ خارجی روشنی ہے، جس کی موجودگی میں عقل صحیح راستے پر چل سکتی ہے۔

خلاف عقل اور ماوراء عقل میں فرق:

یہاں ایک بحث یہ سامنے آتی ہے کہ شریعت اسلامیہ کے کچھ ابحاث اور کچھ احکام ومسائل سمجھ میں نہیں آتے مگر حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلام کے احکام ومسائل تمام کے تمام ہر لحاظ سے بامقصد اور عقلی ہیں، اور کوئی ایسا حکم نہیں جو خلاف عقل ہو، ورنہ کبھی لوگوں کو اس کے بارے میں غور وفکر کی دعوت نہ دی جاتی۔ احکامات کے سلسلے میں قرآنی تعلیمات کا انداز حاکمانہ نہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ توحید، رسالت اور آخرت جیسے، بنیادی عقائد کے متعلق قرآنی آیات میں بے شمار عقلی دلائل موجود ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ انسانی عقل اپنی کمی اور نقص کے باعث ان تمام چیزوں تک رسائی حاصل نہ کرسکے، کیوں کہ انسانی عقل کا دائرہ کار محدود ہے۔ وہ اس سے آگے نہیں جاسکتی، جبکہ قرآن مجید میں بعض ایسی چیزیں بھی مذکور ہیں جو ماوراء العقل ہیں، خلاف عقل نہیں ہیں، کیوں کہ کسی چیز کا خلاف عقل ہونا اور ماوراء العقل ہونا، ان دونوں میں بہت فرق ہے، عبادات کے حوالے سے بعض احکام ایسے ہیں، جن کی حکمتیں انسانی فہم وفراست سے بالاتر ہیں، لیکن ایسے مقامات بھی ہیں جہاں احکامات کے مقاصد اور حکمتوں کو باقاعدہ بیان کیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی احکام عقل کے خلاف نہیں ہے بلکہ عقل کا دائرہ کار کم ہونے کی وجہ سے ہمیں وہ احکام عقل کے خلاف لگ رہے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے عبادات کی حکمتوں کا بیان کیا ہے، مثلاً نماز کی فرضیت کے جہاں دیگر کئی فوائد ہیں، وہاں ایک فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ"[10]

"بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔"

اسی طرح "سورۃ طہ "میں نماز کے متعلق فرمایا گیا:

"وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ"[11]

"اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔"

یہ کچھ نمونے بطور مثال پیش کئے ورنہ شریعت اسلامی احکام کے علمی نمونوں اور مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

عقلیت پسند رجحان کے تفسیری اصول وضوابط جمہور مفسرین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں جائزہ:

عقلیت پسند رجحان کے تفسیری اصول اوراس کے اثرات کے بارے میں ایک مفصل تحریر کی ضرورت ہے یہاں

اختصار کے ساتھ اس کا جائزہ لیا جاتا ہے،ان اصول کو سمجھنے سے پہلے کچھ اصل اصول یعنی بنیادی باتیں بھی سمجھنی ہوں گی تاکہ عقلیت پسند حضرات نے جو اصول بنائے ہیں ان کو سمجھنے میں آسانی ہو اور موضوع مقالہ صاف ستھرا ہو کر سہل تر ہو جائے وہ اصول یہ ہیں:

1. جس طرح قدیم معتزلہ کا ظہور درحقیقت یونانی فلسفہ و منطق کا رد عمل تھا، اسی طرح عقلیت پسند حضرات اوراس خاص مکتب فکر کا ظہور مغربی تہذیب اور جدید افکار کا رد عمل ہے۔
2. عقلیت پسند رجحان کا حامل مکتب فکر تاریخی طور پر دو اہم ادوار سے گزرا ہے:
   - پہلے دور کے سرخیل سر سید احمد خان ہیں۔
   - دوسرے دور کے سرخیل غلام احمد پرویز ہیں۔

   اس کے بعد جس نے بھی نقل کے مقابلے میں عقل پرستی کی کوئی بات کی ہے وہ انہی کے پیروکار اور تابع ہیں۔
3. سرسید احمد خان اور غلام احمد پرویز دونوں تہذیب مغرب سے مغلوب اور اس سے بری طرح مرعوب ہیں البتہ سرسید احمد خاں جدید سائنسی نظریات کی حمایت میں زیادہ پیش پیش ہیں۔ اور غلام احمد پرویز کے ذہن پر جدید اشتراکی نظریات سوار ہیں۔
4. قدیم معتزلہ کی طرح سر سید صاحب کے نزدیک عقل کو ہر چیز پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔اگر کوئی آیت عقل سے ٹکرا رہی ہو تو اس کی ایسی تاویل کی جائیگی کہ وہ مطابق عقل ہو جائے۔اسی طرح قرآن قانون فطرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید Word of God اور فطرت Work of God ہے۔ سر سید کی تمام تفسیری عقل پروری انہی دو نظریات کی بناپر ہے۔ سر سید کے بنیادی اصول تفسیر میں بھی درج بالا دونوں نظریات ہیں۔
5. قرآن مجید کی سائنسی تفسیر کے بارے میں دو متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔ان میں سے صحیح اور معتدل رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی سائنسی تشریح چند شروط کیساتھ جائز ہے۔
6. کسی بھی جدید سائنسی حقیقت کو قرآن مجید کا عین مدلول قرار نہیں دیا جاسکتا، قرآن مجید کا حقیقی مدلول احادیث و آثار اور لغت ہی کی روشنی میں طے کیا جائیگا۔ البتہ جدید سائنسی معلومات کو پہلے سے ثابت شدہ مدلول قرآن میں توسیع کی خاطر بیان کیا جاسکتا ہے۔
7. عقل کا یہ کام نہیں کہ وحی الہی کی جگہ براجمان ہو جائے یا اس کے آگے بڑھے، بلکہ عقل کو وحی کے تابع ہونا چاہیے۔
8. وحی سے ثابت شدہ کوئی بھی حقیقت عقل سلیم کے خلاف نہیں ہو سکتی، البتہ ایسی عقل جو اتباع ہوی پر مبنی ہو، یعنی عقل غیر مسلم یہ اکثر خلاف شریعت ہوتی ہے۔ شریعت کے نزدیک ایسی عقل سرے سے عقل ہے ہی نہیں بلکہ اتباع الہوی ہے۔
9. بعض حقائق خلاف عقل تو نہیں ہوتے لیکن ماورائے عقل ضرور ہوتے ہیں بعض دفعہ مطلقًا ماورائے عقل

ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک خاص عہد کیلئے ماورائے عقل ہوتے ہیں، عقلیت پسندرجانات اوراس مکتب فکرکے حامل حضرات ایسے حقائق کو بھی خلاف عقل کہہ کر ماننے سے انکار کر دیتے ہیں اورکہتے ہیں کہ کوئی چیزماوراء عقل نہیں ہے۔

10. اگر عقلیت پسندرجانات کے اصول تفسیر کو من حیث المجموع قبول کرلیاجائے، تو ایمانیات اور ارکان اسلام کی کوئی متفقہ شکل نہیں بتائی جاسکتی، بلکہ امت کے بنیادی مسلمات اور بدیہیات بھی متزلزل اورغیر یقینی ہوجاتے ہیں۔ اس لیے امت کے اجتماعی ضمیر نے عقلیت پسندرجانات کے منہج تفسیر کو کبھی قبول ہی نہیں کیا۔

ان بنیادی باتوں کے بعداب ذیلی اصولی باتوں کی طرف آتے ہیں جن اصولی باتوں کی وجہ سے قرآن کریم اوراس کی جو تفسیر جمہورامت کے یہاں مسلم ہے ان سے انحراف کے کیااثرات مرتب ہوتے ہیں اورکیسے مسلمہ اصول اور شریعت اسلام کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش ہوتی ہے؟ یہاں ایک بات یہ بھی زیر نظر رہے کہ ان حضرات کے جواصول ہیں وہ تقریباایک دوسرے سے قریب قریب ہے، لہٰذاہر اصول کومختلف حضرات سے بار بار نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ سب سے پہلے ان اصول کو بیان کیاجائیگاجو جمہورامت کے مسلمہ اور متفقہ ہیں اس کے بعد موجودہ دورکے عقلیت پسندرجان کے وہ اصول جوان سے برعکس ہیں کو بیان کیا جائے گا،اس میں صرف عقلیت پسندرجان کے سرخیل جناب غلام احمدپرویزکے کچھ اصول موضوع بحث سے متعلق ذکرکیے جاتے ہیں کیونکہ باقی حضرات بھی ان کی مطابعت میں کم وبیش انہی اصول پر عمل پیراہیں۔

قرآن کی تفسیر قرآن سے:

جمہور مفسرین کے مسلمہ اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کی جائے گی مگر یہ قاعدہ مطلق نہیں ہے جس طرح کہ عقلیت پسند لوگوں کاخیال ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے ہونی چاہئے، کسی اورچیز کی ضرورت نہیں ہےاس قاعدے کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :

"الْغَرَضُ أَنَّكَ تَطْلُبُ تَفْسِيرَ الْقُرْآنِ مِنْهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُ فَمِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: «فبم تَحْكُمُ؟ قَالَ: بِكِتَابِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟قَالَ: بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ---وَحِينَئِذٍإِذَا لَمْ نَجِدِ التَّفْسِيرَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا فِي السُّنَّةِ رَجَعْنَا فِي ذَلِكَ إِلَى أَقْوَالِ الصَّحَابَةِ فَإِنَّهُمْ أَدْرَى بِذَلِكَ لِمَا شَاهَدُوا مِنَ الْقَرَائِنِ وَالْأَحْوَالِ الَّتِي اخْتُصُّوا بِهَا، وَلِمَا لَهُمْ مِنَ الْفَهْمِ التَّامِّ وَالْعِلْمِ الصَّحِيحِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ۔"[12]

"مقصود کلام یہ کہ (جب آپ کسی آیت کی تفسیر کرنے لگوتوسب سے پہلے) اسے قرآن میں ڈھونڈنے کی کوشش کرے اگرقرآن میں نہ پاؤتوسنت رسول اللہ ﷺ میں جیسارسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن بھجتے ہوئے فرمایاکہ کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ انہوں نے فرمایاکتاب اللہ سے آپ نے فرمایااگرکتاب اللہ میں نہ پاؤ فرمایاسنت رسول اللہ ﷺ سے---جب ہم قرآن اورسنت رسول میں کوئی نہ پائیں تواقوال صحابہ کی طرف رجوع کرینگے کیونکہ وہ اس کی تفسیر کوخوب جانتے ہیں کیونکہ انہوں نے وہ قرائن اوران احوال کامشاہدہ کیاہے جواس آیت کے ساتھ خاص تھے اوراس وجہ سے کہ ان کی سمجھ کامل تھی اوراس آیت کے متعلق پوراعلم رکھتے

تھے اور عمل صالح کے پیکر تھے۔"

مگران عقلیت پسندوں کا جمہور سے ہٹ کر یہ اصول ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے جیساکہ لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کی تفصیل خود قرآن ہی میں ہےاور وہ مفصل کتاب ہے۔"[13]

قرآن کی تفسیر سنت رسول سے:

قرآن فہمی اوراس کی تفسیر کو سمجھنے کے لئے جہاں قرآن کی ضرورت ہے وہاں سنت رسول کی بھی شدید ضرورت ہے بلکہ حدیث کو سمجھنے میں قرآن کی اتنی ضرورت نہیں ہوگی جتنی ضرورت قرآن کو سمجھنے میں حدیث کی ہوتی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ایسی بہت ساری مصطلحات ہیں جن کی تشریح قرآن میں نہیں وہاں سنت رسول اور حدیث کی ضرورت ہے جیساکہ صلوۃ، صوم، زکوۃ، حج وغیرہ، اس کے علاوہ قرآن کریم خود بھی اس بات کی دعوت دیتاہے کہ حدیث سے قرآن فہمی میں مدد لی جائے جیساکہ فرمان باری عزوجل ہے:

"وَمَاأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ"[14]

"اور ہم نے تم پر یہ کتاب اسی لیے اتاری ہے تاکہ تم ان کے سامنے وہ باتیں کھول کھول کر بیان کردو جن میں انہوں نے مختلف راستے اپنائے ہوئے ہیں، اور تاکہ یہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان ہو۔"

حدیث کی تشریعی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"[15]

"اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کردو جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔"

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جابجا یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایاکہ میری سنت کو تھامے رکھو یعنی اس کو دین اور شریعت کا ماخذ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو جائے، چنانچہ حدیث کی اہمیت کو کبھی نرم الفاظ میں کبھی سخت الفاظ میں بیان فرمایا، بطور نمونہ ایک حدیث پیش خدمت ہے:

" عن المقدام بن مَعْدي كَرِبَ، عن رسولِ اللهﷺأنه قال: "ألا إني أوتيتُ الكتابَ ومثلَه معه، ألا يوشِكُ رَجُلٌ شَبعانُ على أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وَجَدتُم فيه من حلالٍ فأَحِلُّوه، وما وجدتُم فيه من حَرَامٍ فحَرِّمُوه، ألا لا يَحِلُّ لَكُم لحمُ الحِمَارِ الأهليِّ، ولا كُل ذي نابٍ من السَّبُع۔"[16]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے، ہوشیار رہو کہ عنقریب ایک پیٹ بھرا ہوا آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے کہے گا کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے جو اس میں حلال پاؤ وہ حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ وہ حرام سمجھو خبردار میں تمھارے لئے پالتو گدھوں کے گوشت کو حلال نہیں سمجھتا اور داڑھ والے درندوں کو بھی حلال نہیں سمجھتا۔"

ان عقلیت پسند حضرات کے من پسند اصول میں سے یہ بھی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم سنت رسول اور حدیث نبوی ﷺ کو رد کرکے اس سے استدلال کو ختم کردیں اس کے لئے انہوں نے اپنے طور پر طرح طرح کے قاعدے وضع کئے تاکہ کسی نہ کسی طرح ہم حدیث کی حیثیت کو مجروح کرسکیں چنانچہ پرویز صاحب نے ان عقلیت پسندوں کی ترجمانی اپنے الفاظ میں یوں کردی ہے:

"آیات کی تشریح میں روایات سے مدد لی جاسکتی ہے لیکن چونکہ روایات غیر یقینی اور ظنی ہیں اس لیے ان پر تفسیر کا مدار نہیں رکھا جاسکتا ہے۔"[17]

یہ بات ایک طرف اصول تفسیر اور دوسری طرف اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ اصول تفسیر میں جواحادیث ضعیف ہوں اس کا درجہ متعین ہے اس کو اس درجے پر نہیں رکھا جاتا جس درجے پر ان تفسیری اقوال کو رکھا جاتا ہے جو اس سے قوی ہوں جہاں تک بات ہے علوم حدیث اور روایت ودرایت حدیث سے ناواقفیت کی، تو حدیث کو پرکھنے کے لئے صرف اسناد کا ضعف اور قوت ہی نہیں کئی اور کسوٹیاں بھی ہیں مثلاً ایک حدیث بالاتفاق تمام محدثین کے یہاں ضعیف ہے مگر اُمت میں تلقی بالقبول حاصل ہونے کی وجہ سے پوری امت اس پر عمل پیرا ہوتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ نقد حدیث کے لئے کئی ایک کسوٹیاں ہیں ان کسوٹیوں اور اصول کو یہاں بیان کرنا طوالت کا سبب ہے۔

اب عقلیت پسند رجحانات کی مختلف تعبیرات کا مطلب سوائے حدیث کو رد اور اسے مجروح کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں خواہ ان عقل پرست حضرات نے اپنے انداز میں جو بھی تشریح فرمائی ہو۔

اختلاف قراءت:

علماء مفسرین کے یہاں علم التفسیر میں جو علوم ضروری ہیں ان میں ایک علم قراءت ہے یہی ایک مسلمہ اصول اسلام کے دور اوّل سے آج تک چلا آرہا ہے مگر عقلیت پسند حضرات نے اسے اپنے من پسند اصولوں کے تحت مسترد کردیا قراءت کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"الثَّامِنُ:عِلْمُ القراءات لأن بِهِ يُعْرَفُ كَيْفِيَّةُ النُّطْقِ بِالْقُرْآنِ وَبِالْقِرَاءَاتِ يَتَرَجَّحُ بَعْضُ الْوُجُوهِ الْمُحْتَمَلَةِ عَلَى بَعْضٍ." [18]

"علم التفسیر کے لئے آٹھواں اصول علم القراءت ہے، کیونکہ اس کے ذریعے قرآن کو پڑھنے کا طریقہ معلوم ہوجاتا ہے اور جو پڑھنے کے احتمالات ہیں ان کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔"

ابن عطیہؒ اپنی تفسیر المحرر الوجیز میں اختلاف قراءت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قراءات سبعہ بلکہ عشرہ بھی ہر زمانے اور ہر شہر میں رائج رہی ہیں اور ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی رہی ہے کیونکہ یہ اجماع امت سے ثابت ہیں۔"[19]

ہر دور میں علمائے اصول نے ان روایات وقراءات پر بحث کی ہے اور انہیں قرآن قرار دیا ہے، امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے، جو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف احرف سبعہ کیساتھ تواتر سے منقول ہے۔"[20]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان احرف سبعہ کیساتھ ہم تک متواتر منقول ہے۔"[21]

ان جمہور امت کے برخلاف عقل پرست حضرات کا کہنا ہے کہ اختلاف قراءت سے مکمل گریز کیا جائے یہ لوگ اختلاف قراءت کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے چنانچہ لکھتے ہیں:

"اختلاف قراءۃ سے مکمل گریز شاذ قراءت یں، قرآن میں اضافے ہیں، جو کسی طرح بھی تسلیم کے قابل نہیں ہیں۔"[22]

ان حضرات کے نزدیک اختلاف قراءت محض بے وقعت اور قرآن پر زیادتی ہے جس کو یہ لوگ قبول نہیں کرتے حالانکہ یہ تو قرآن کے لئے مُمد اور معاون ہیں کیونکہ ایک لفظ کو کیسا پڑھا جائیگا اس کے لئے علم قرات ہی سے مدد لی جا سکتی ہے اس کے بغیر پڑھنا ممکن ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ علماء نے علم التفسیر کے لئے علم القراءت کو شرط قرار دیا ہے، ایک مقام پر جناب پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"حدود الفاظ قرآن سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ایسا کرنا بڑی غلطیوں کا موجب بن سکتا ہے۔"[23]

عقل پرست حضرات کا یہ کہنا بجا کہ "ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے جو بین الدفتین محفوظ ہے۔" لیکن سوال تو یہ ہے کہ بین الدفتین محفوظ قرآن کیا ان عقلیت پرست رجحانات تک کن واسطوں سے پہنچا؟ قرآن کو نزول تو چودہ سو سال پہلے ہوا؟ بین الدفتین محفوظ قرآن میں خبر بھی داخل ہے اور وہ بھی اسی کی قسم ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ ہمارے پاس موجود مصاحف وہی ہیں جو کہ صحابہ کے پاس تھے اور وہاں سے نقل در نقل ہم تک پہنچے ہیں اور صحابہ نے یہ مصاحف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ترتیب دیے تھے۔ چنانچہ بین الدفتین محفوظ قرآن بھی صحابہ کی روایت پر ہی مبنی ہے۔ لہٰذا پرویزی اصول کے مطابق سرے سے قرآن مجید کا ہی انکار کر دینا چاہیے۔ کیونکہ خود قرآن مجید بھی ان قراءات کی روایات میں سے روایت ہی کی ایک قسم ہے۔

مزید برآں دفتین میں موجود مصحف شریف نہ خود قاری ہے اور نہ ہی آواز کے ذریعے کسی دوسرے کو تعلیم دیتا ہے، لہٰذا یہ مصاحف مبارکہ اور ان میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، اسے کیسے پڑھنا ہے؟ یہ دونوں چیزیں ہی روایت اور تلقی کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ اسی لیے ہر دور میں جمیع اہل سنت، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اہل الظاہر اور معتزلہ کے نزدیک بھی قرآن وہ تمام قراءات ہی ہیں جن کی نسبت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت ہو، علماء قراءات کے نزدیک انہیں قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔

دنیا کے تمام بڑے اسلامی ممالک، پاکستان، سعودی عرب، مصر، مراکش، لیبیا، تیونس، شام، انڈونیشیا، ملائشیا، کویت،

سوڈان اور ایران وغیرہ میں ہزاروں مدارس وجامعات لاکھوں شائقین قرآن کو ان قراءات کی تعلیم دے رہے ہیں، مختلف اسلامی ممالک میں ان قراءات میں قرآن مجید چھپ رہے ہیں اور پڑھے جارہے ہیں دنیا کے تقریباً چالیس ممالک میں روایت ورش اور پانچ ممالک میں روایت قالون اور بعض ممالک میں روایت وری میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

اب یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ قرآن کے الفاظ کیا ہیں ایک لفظ جو قرآن میں لکھا ہوا ہے اس میں کئی طرح پڑھنے کی توجیہ ممکن ہے، لفظ بھی کئی طرح پڑھا جاسکتا ہے اور اس کے اعراب کو بھی کئی طرح پڑھا جاسکتا ہے مگر تعجب ہے کہ بغیر علم قراءت کے یہ لوگ کس طرح الفاظ قرآن کو سمجھتے اور پڑھتے ہیں مثلاً ایک لفظ ہے "ومن یقنت" اب عرب تو نقطے نہیں لگاتے تھے تو بغیر علم قراءت کے اس کو "ومن یقنت" یا "ومن تقنت" پڑھا جائے حالانکہ اس مقام کا تقاضا ہے کہ "ومن تقنت" پڑھا جائے مگر ان عقلیت پرست حضرات کے ساتھ پوری امت اسے "ومن یقنت" پڑھتی ہے، اسی طرح لفظ "وارجلکم" میں لام کو کسرہ بھی دیا جاسکتا ہے اور فتحہ بھی دونوں اعتبار سے معنی میں تبدیلی آئیگی اس کا فیصلہ علم قراءت کے بغیر کون اور کیسے کریگا؟

اسباب نزول اور تفسیر قرآن:

اسی طرح علماء تفسیر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے علم تفسیر کے اصول میں سے اسباب نزول کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے:

"لا شك أن لمعرفة سبب النزول فوائد لا يستغني عنها أي مفسر لكتاب الله، كما قال الواحدي: ولا يمكن معرفة تفسير الآية دون الوقوف على قصتها وبيان سبب نزولها، أو كما قال ابن دقيق العيد: بيان سبب النزول طريق قوي في فهم معاني القرآن"[24]

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسباب نزول کے بہت سارے فوائد ہیں جن سے کتاب اللہ کا کوئی مفسر کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا جیسا کہ واحدی فرماتے ہیں کہ کسی آیت کی تفسیر ممکن نہیں جب تک اس واقعے اور اس کے سبب نزول سے واقفیت نہ ہو، یا جیسا کہ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ سبب نزول کا بیان ایک قوی طریقہ ہے معانی قرآن کو بیان کرنے کا۔"

ابن تیمیہؒ کی اس عبارت کی طرح دیگر تمام محدثین و مفسرین کی یہی رائے ہے کہ اسباب نزول کے جانے بغیر قرآن کریم کی تفسیر کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے مگر اس مسلمہ اصول کے برخلاف عقل پر دین کی بنیاد رکھنے والوں کی رائے ہے کہ نہیں اسباب نزول کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ مرقوم ہے:

"اسباب نزول کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ خدا کی یہ کتاب عظیم اپنے مطالب کو واضح کرنے کیلئے نہ تو شان نزول کی محتاج ہے اور نہ کسی اور ترتیب کی۔ یہ خود مکتفی ہے اور اپنی وضاحت آپ کرتی چلی جاتی ہے۔"[25]

عجیب بات تو یہ ہے کہ ایک آیت کا پیچھے سے ایک خاص پس منظر ہے جس کو بیان کیے بغیر اس آیت کے متعلق کچھ کہنا بالکل بے جا ہوگا مگر اس کے باوجود ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس پس منظر کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب نزول کو چھوڑ کر اس کی پابندی کئے بغیر خود اس کی تفسیر کرینگے تو یہ لوگ آزاد ہو کر اپنے مقصد کو بیان کرنے میں کامیاب

ہونگے ورنہ تو اسباب نزول کی وجہ سے ان کا منشاء اور مقصود حاصل ہونا تو در کنار بلکہ خراب ہو جائے گا۔

ناسخ اور منسوخ:

جمہور مفسرین کے اصول تفسیر میں سے ایک اصل منسوخ آیات کا جاننا بھی ہے کیونکہ اگر ان آیات کے ناسخ اور منسوخ معلوم نہ ہوں تو جس آیت کا حکم فی الحال ختم ہو چکا ہے اور شریعت مطہرہ نے اسے منسوخ کہا ہے وہ واپس شریعت میں سمجھا جائے گا۔اور یہ بالکل غلط ہے۔ نسخ کے معاملے میں شریعت کی مثال اس حکیم حاذق کی ہے جس نے کسی بیمار کو کوئی دوائی چند دن کے لئے دی پھر اسے تبدیل کرکے کوئی اور نسخہ لکھا کیونکہ پہلی دوائی کی ضرورت اتنے ہی وقت کے لئے تھی اب اس کی ضرورت نہیں بلکہ کسی اور دوائی کی تشخیص ضروری ہونے کی وجہ سے دوسری دوائی لکھی یہی معاملہ ناسخ اور منسوخ کا ہے کہ امت کے لئے ابتدائی ادوار میں اللہ تعالی نے ایک حکم مناسب سمجھا پھر دوسرا حکم دیدیا اور وہی حکم تا قیام قیامت رہے گا، نسخ صرف عقلا جائز ہی نہیں بلکہ امت محمدیہ سے پہلے بھی تمام امم سابقہ میں اس کا وقوع پزیر ہونا ناگزیر تھا، جیسا کہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں :

"واتفقت اہل الشرائع علیٰ جواز النسخ ووقوعه وخالفت الیہود غیر العیسویة فی جوازہ۔"[26]

"تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے صرف یہودیوں نے بجز عیسویہ کے امکان نسخ کا انکار کیا ہے۔"

یہ فن اگرچہ علم تفسیر میں مشکل ترین فن ہے مگر ایک مفسر کے لئے اس کا جاننا بھی ضروری ہے شاہ ولی اللہؒ الفوز الکبیر فی اصول علم التفسیر میں لکھتے ہیں:

"ومن مواضع الصعبة فی علم التفسیرالتی مباحثہاکثیرة والاختلاف فیہاواسعة معرفة الناسخ والمنسوخ۔"[27]

"علم التفسیر کے مشکل مقامات میں سے ایک علم ناسخ والمنسوخ ہے اس کی صعوبت اس وجہ سے ہے کہ اس کے ابحاث زیادہ اور اختلاف کثیر ہے۔"

چونکہ ناسخ اور منسوخ کو قبول کرنا یہ عقل پرست حضرات کی روایت کے بالکل خلاف ہے اور ان کی عقلیت پرستی اس سے ماند پڑھ جاتی ہے اور مذعومہ مقاصد پورے نہیں ہوتے اس لئے کہتے ہیں کہ روایات سے آیات کو منسوخ کرنا قرآن پر ظلم ہے، حالانکہ نسخ تو عموما قرآن ہی کرتا ہے روایت صرف بتاتی ہے کہ اس آیت سے یہ آیت منسوخ ہو گئی اور یہی عقل کا بھی تقاضا ہے کہ پہلی آیت کے بعد جو دوسری آیت کریمہ اتری تو دوسری کا حکم پہلی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے عقل کا تقاضا ہے کہ پہلی کا حکم ختم کیا جائے ورنہ دونوں حکموں میں تعارض لازم آئے گا۔ بعد تعارض کے، نسبت اللہ رب العزت کی طرف کرنا محال ہے۔

حروف مقطعات:

مشاہیر صحابہ وتابعین اور جمہور مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ یہ حروف ان متشابہات قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا ہے۔

"ان هذا علم مستور وسر محجوب استأثر الله تعالیٰ وتبارک به"[28]

"یہ ایک ایسا علم ہے جو چھپا ہوا ہے اور ایسا راز ہے جو اللہ تعالی کے پاس ہے۔"

عقل پرست حضرات کا یہ اعتراض کہ قرآن کے مخاطب جب ہم ہیں تو ان حروف کو بھی ہمارے لیے قابل فہم ہونا لازمی ہے، یہ اعتراض بالکل باوقعت و باوزن نہیں، کیونکہ قرآن مجید کے اندر باقی جتنے مضامین و مطالب ہیں، کیا وہ سب ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آگئے ہیں؟ یا کائنات خارجی میں جو کچھ موجود ہے، کیا ان موجودات میں سے سب کا مصرف بڑے بڑے فاضلوں اور ماہروں کی بھی سمجھ میں آگیا ہے؟ بس عقل میں یہ تجسّس پیدا ہوتا ہے کہ ہر چیز اس کی دسترس میں ہو اور اس کی پہنچ میں ہو، غلام احمد پرویز کے نزدیک حروف مقطعات انگریزی زبان کے مخففات (Abbreviations) کی طرح ہیں۔ نیز ان کا تعلق بامعنی الفاظ سے ہے۔ جسے الم میں الف، اللہ کیلئے، لام علیم کیلئے، اور میم حکیم کیلئے ہے۔ اس اعتبار سے الم کا مفہوم ہوگا اللہ علیم و حکیم کا ارشاد ہے۔ جبکہ علماء کے نزدیک دراصل حروف مقطعات کا تعلق بامعنی الفاظ کی بجائے اسلوب بیان کیساتھ ہے اور اسلوب بیان تغیر ادوار کیساتھ خود تغیر پذیر ہے۔ دور نزول قرآن میں یہ اسلوب رائج متداول تھا، بعد میں متروک ہوگیا۔[29]

اگر ایسا ہے کہ دور قرآن میں لوگ اس کے معانی سمجھتے تھے تو صحابہ کیوں اس کو سر من اسرار اللہ کہتے تھے کیوں اس کے معنی بیان نہیں کرتے تھے کیا رسول اللہ سے یا صحابہ کرام سے ان کا کوئی معنی منقول ہے اگر نہیں تو پھر ہمیں کیا مجال ہے کہ ہم ان میں چہ مگوئیاں کریں۔

نتائج بحث:

مقالہ ہذا سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

- عقلیت پسند رجحان کے حاملین کے لیے قرآن کریم کی فہم میں شانِ نزول کو وہ حیثیت حاصل نہیں جو امت مسلمہ چودہ صدیوں سے دیتی آئی ہے۔
- تفسیرِ قرآن کے امت کے متفقہ اصول و قواعد سے عقلیت کی بناء پر انحراف کیا جاتا ہے۔
- عقل کے محدود دائرہ کار سے نکال کر عقل کا دائرہ کار ممنوع حد تک وسیع کیا ہے۔
- چنانچہ تفسیر قرآن میں تفسیر بالرائے کا ارتکاب کرتے ہوئے تفسیر بالماثور کے خلاف تفسیر کی۔
- ان کی تفسیر جمہور امت کے مسلمہ اصولوں کے برخلاف ہے۔
- آیات قرآنیہ کی تفسیر و توضیح میں اس کے خارجی عوامل کو نظر انداز کر کے محض عقل کی بناء پر تفہیمِ قرآن کے مدعی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] قاسمی، محمد دین، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ، لاہور، ادارۃ المعارف اسلامی، جنوری 2009ء، ج:2، ص:363

Qāsmī, Muḥammad Dīn, Tafsīr Maṭālib al-Furqān kā 'lmī wa Taḥqīqī Jā,zat, (Idārat al-Ma'ārif Islāmī, January,2009ac),Vol:02,p: 363

[2] ثناء اللہ، ڈاکٹر، بر صغیر کے تفسیری ادب میں عقلیت پرستی، پشاور، العلم پبلی کیشنز، س ن، ص:165

Thanā, Allāh,Dr, Barr-e-Ṣaghīr kay Tafṣīrī Adab mai 'qliyat Parastī, (Al-'lm Publications), p:165

[3] محسن، عبید الرحمان، ڈاکٹر، بر صغیر میں اصول تفسیر کے مناہج واثرات، لاہور، کتاب سرائے، 2016ء، ص:443

Muḥsin, 'ubaid al-Raḥmān, Dr, Barr-e-Ṣahīr mai ,ṣūl Tafsīr kay Mnāhīj wa Athrāt, (Kitāb Srā,ey, Lāhore, 2016ac), p:443

[4] عاصم نعیم، ڈاکٹر، پاکستان کا اردو تفسیری ادب، پنجاب، ادارہ علوم اسلامیہ، طبع اول، 2019، ص:309

'aṣim Na'īm, Dr, Pākistān kā ,rdu Tafsīrī Adab, (Idārat 'ulūm Islāmiyat, Edition: 1st, 2019ac), p:309

[5] سورہ محمد: 24/47

Muḥammad, Verse:24

[6] سورہ ص: 29 /38

Ṣād, Verse:29

[7] ابن تیمیہ، محمد بن عبد الحلیم، درء تعارض العقل والنقل، قاہرہ، دار الکتب س ن، ص:881

Ibn-e-Taimiyyat, Muḥammad bin 'bd al-Ḥalīm, Dar, T'āruḍ al-'aql wa al-Naql, (Dār al-Kutub, Cario), p:881

[8] ابن خلدون، عبد الرحمان ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، لاہور، الفیصل، 2005، ص:450

Ibn-e-Khalledūn, 'bd al-Raḥmān Ibn-e-Khalledūn, Muqaddimat Ibn-e-Khalledūn,(Al-Faiṣal, Lāhore, 2005ac), p:450

[9] عثمانی، مفتی، محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدت پسندی، کراچی، ادارۃ المعارف، 2006، ص:12

,thmānī, Muftī Muḥammad Taqī ,thmānī, Islām awr Jiddat Pasandī, (Idārat al-M'ārif, 2006ac), p:12

[10] سورہ العنکبوت: 45/29

Al-'ankabūt, Verse:45

[11] سورۃ طہ: 14/20

Ṭāḥā, Verse: 14

[12] غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1993، ص:811

Ghazālī, Abū Hāmid Muḥammad bin Muḥammad, Al-Mustaṣfā, (Dār al-Kutab al-'lmiyyat, Beriūt, 1993ac), p:811

[13] چوہدری، غلام، محمد پرویز، معارف القرآن، لاہور، ادارہ طلوع اسلام، 2003، ج:1، ص:39

Chowdrī Ghulām Muḥammad Pervaiz, M'āirf al-Qurān, (Idārat Ṭlū' Islām, Lāhore, 2003ac), Vol:01,p:39

[14] ایضاً

Ibid

[15] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم ، مقدمۃ فی اصول التفسیر، بیروت، دار المکتبۃ الحیاۃ، 1490ھ/ 1988، ص:48

Ibn-e-Taymiyyat, Aḥmad bin 'bd al-Ḥalīm, Muqaddimat fī ,ṣūl al-Tafṣīr, (Dār al-Maktabat al-Ḥayāt,Beriūt, 1988ac), p:48

[16] چوہدری، غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، ج:1، ص:316

Chowdrī Ghulām Muḥammad Pervaiz,Maṭālib al-Furqān, Vol:01,p:316

[17] آلوسی، محمود، روح المعانی، بیروت، دار الفکر، 1991ء، ج:1، ص:389

Aālūsī, Maḥmūd, Rūh al-M'ānī,(Dār al-Fikar, Beriūt, 1991ac), Vol:01,p:389

[18] الدھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، لاہور، المصباح، س ن، ص:51

Al-Dahlwī, Shāh Walī Allāh, Al-Fawz Al-Kabīr fī ,ṣūl al-Tafsīr, (Al-Miṣbāḥ, Lāhore), p:51

[19] چوہدری، غلام، محمد پرویز، معارف القرآن، ج:1، ص:42

Chowdrī Ghulām Muḥammad Pervaiz, M'āirf al-Qurān,Vol:01,p:42

[20] فخر الدین رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر، ج:2، ص:250

Fakhr al-Dīn Rāzī, Muḥammad bin ,mar, Mafātīḥ al-Ghyb, Al-Tafsīr al-Kabīr, Vol:02,P:250

[21] قاسمی، محمد دین، تفسیر مطالب الفرقان کا علمی اور تحقیقی جائزہ، ج:1، ص:190

Qāsmī, Muḥammad Dīn, Tafsīr Maṭālib al-Furqān kā 'lmī wa Taḥqīqī Jā,zat,Vol:01,p:190

[22] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج:2، ص:180

Syūṭī, Jalāl al-Dīn, Al-Itqān fī 'ulūm al-Qurān, Vol:02,p:180

[23] غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:15

Ghāmdī, Jāvaid Aḥmad, Mīzān, p:15

[24] ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی - 1419 ھ، ج: ص:9

Ibn-e-Kathīr, Ismā'īl bin Kathīr, Tafsīr al-Qurān al-'aẓīm, (Dār al-Kutab al-'lmiyyat, Beriūt, Edition:1st, 1419ah), Vol:01,p:9

[25] عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، 1987ء، ج:1، ص:37

'uthmānī, Muftī Muḥammad Shafī', M'ārif al-Qurān, (Idārat al-M'ārif , Karāchī, 1987ac),Vol:01,p:37

[26] سورۃ النحل:64/16

Al-Naḥl, Verse: 64

[27] سورہ النّحل:44/16

Al-Naḥl, Verse: 44

[28] چوہدری، غلام، محمد پرویز، معارف القرآن، ج:1، ص:38

Chowdrī Ghulām Muḥammad Pervaiz, M'āirf al-Qurān,Vol:01,p:38

[29] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج:4، ص:215

Syūṭī, Jalāl al-Dīn, Al-Itqān fī 'ulūm al-Qurān, Vol:04,p:215